رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

THE ALHAKAM QADIAN

الحکم قادیان

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ہفتہ وار — دور جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر ❊ بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول:- شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
حکومت و والیان ریاست ۱۰۰ روپے
امراء و رؤسا سے ۵۰ روپے
معاونین سے ۲۰ روپے
عوام سے ۶ روپے
ممالک غیر سے ۱۲ روپے

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے
ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-
۲۱-۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ ۲ آنے

جلد ۳۸ | ۲۲ و ۲۹ رجب ۱۳۵۴ھ بمطابق ۲۱ و ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء۔ قادیان۔ | نمبر ۳۷ و ۳۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت والد صاحب قبلہ کی تشریف آوری اور روانگی

یہ خبر قارئین الحکم کے لئے مسرت کا باعث ہوگی کہ حضرت والد صاحب قبلہ ایک لمبے عرصے کی غیر حاضری کے بعد قادیان ۲۰ اکتوبر کو واپس تشریف لاتے میں ۲۶ اکتوبر کو شام کی گاڑی سے انکو امرتسر لا۔ اور پھر انکے ساتھ ہی لاہور روانہ ہوگیا۔ یہاں ایک ضروری کام کے لئے انکو جانا تھا۔ واپسی پر وہ قادیان سے ہوکر گزرے جہاں

قادیان کے مختصر قیام میں انکی مصروفیت بہت بڑھی رہی۔ الحکم کے لئے بھی اس مختصر قیام میں ایک مضمون لکھا جو اس نمبر میں شائع ہو رہا ہے۔ شام کی گاڑی بخیر و عافیت دوسرے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔

انکے احباب یہ سنکر بہت خوش ہونگے کہ انکی صحت پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے۔ تاہم میں ایسے بابرکت وجود کی لمبی عمر اور کامل و مکمل صحت کے لئے دعا کی درخواست کرنے سے خاموش نہیں رہ سکتا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی برکات اور فیوض ان کے ساتھ سفر و حضر میں رہیں۔ اور دیر تک انکا سایۂ عاطفت ہمارے سر پر رہے۔ آمین۔

محمود احمد عرفانی

خریداران الحکم سے ایک درخواست

الحکم نے تاریخ سلسلہ۔ ملفوظات و خطبات

دسیرت مسیح موعود کے جمع کرنے کا جو کام کیا ہے۔ اسکی نظیر نہیں مل سکتی اس امر کے لئے اس سے بڑھ کر کیا شہادت ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین نے اپنے مکتوب مبارک میں

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت امیر المومنین کی عام صحت تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ مگر پیچش کی شکایت ابھی باقی ہے۔ باقی تمام خاندان نبوت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خیر و عافیت ہے۔

۲۔ ۲۷ تاریخ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی اور خادم قدیم جو زمانہ بعثت سے قبل کے خادم تھے۔ اور آج کل دودھ کی دوکان کرتے تھے۔ نمونیہ سے فوت ہوگئے۔ مرحوم بہت سی خوبیاں رکھتے تھے۔ جنکا تذکرہ پھر کسی وقت کیا جائیگا ۲۸ تاریخ کی صبح کو حضور نے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں سینکڑوں خدام کے ساتھ ان کا جنازہ پڑھا اور پھر جنازہ کو کندھا دیا۔ جنازے کے ساتھ بہشتی مقبرہ میں تشریف لے گئے۔ جنازہ کے دفن ہونے تک وہاں رہے اور آخری دعا کر کے واپس تشریف لائے۔ مرحوم قطعہ خاص میں دفن ہوئے۔

۳۔ محلہ دارالفتوح میں ایک جدید مسجد کی بنیاد رکھی گئی اللہ تعالیٰ برکت کرے۔ محلہ دار السعت کی مسجد بھی بن رہی ہے جو رمضان تک مکمل ہو جائیگی

تحریر فرمایا ہے۔

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے۔ کہ آپ الحکم پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کردے۔

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے۔ کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین۔

خاکسار:- میرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

باوجود اس شہادت کے اور باوجود جماعت کے ذاتی اعتراف کے الحکم کی طرف احباب کی پوری توجہ نہیں سال ۱۹۳۵ء ختم ہو رہا ہے۔ اور ابھی

سولہ سو روپیہ

خریداران الحکم کے ذمہ بقایا ہے۔ جس کے صاف کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ بہت سے خریدار الفضل کے روزانہ ہونے اور اپنی کم مائیگی کی وجہ سے الگ ہو گئے۔ احباب خیال کر سکتے ہیں کہ ایسی صورت میں اخبار کا زیادہ سے زیادہ بہتر ہونا ممکن ہو سکتا ہے؟ اسلئے میں اس مشکل کو احباب کے سامنے رکھکر یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ الحکم کے قیام بقا کے لئے جدوجہد کرنا آپ کا قومی و ملی فرض ہے۔ اور اسکی یہی ایک صورت ہے کہ آپ اسکے بقایا حساب صاف کر دیں۔ اور سال جدید کے لئے ایک ایک خریدار قیمت ادا کرنے والا

الحکم کی زندگی کو خطرے سے محفوظ کر دیں۔ میری بیماری کی وجہ سے جو التواء وغیرہ ہوتا رہا ہے۔ اب انشاء اللہ نہیں ہوگا کیونکہ میری صحت بہتر ہو رہی ہے۔ آج کا اخبار ۱۲ صفحے کی بجائے سولہ صفحات پر اس لئے شائع

سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف اپیل کے لئے

بارہ ہزار روپیہ کی ضرورت

سشن جج گورداسپور کے فیصلہ مقدمہ مولوی عطاء اللہ سے ہر احمدی کو جو صدمہ پہنچا ہے اس کا احساس صدر انجمن کو ہے۔ اس بلائے ناگہانی کے بد اثرات کو مٹانے کے لئے اپیل کی راہ کھلی ہے۔ چنانچہ مقدمہ ہائی کورٹ پنجاب میں دائر کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ان گندے الزامات کو جو حضرت مسیح موعود کی ذات مقدسہ اور سلسلہ عالیہ کے نظام کے خلاف اس فیصلہ میں درج ہوئے ہیں۔ بے حقیقت اور دروغ بے فروغ ثابت کرے آمین۔

ان ناپاک حملوں میں جو احرار اور دشمنان سلسلہ عالیہ کے ذریعہ حضرت بانی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء عظام اور نظام سلسلہ کے خلاف آئے دن ہوتے رہتے ہیں اور ہو چکے ہیں فیصلہ اپیل عطاء اللہ صاحب بخاری میں سشن جج گورداسپور نے جو حملہ کیا ہے وہ سخت ترین باعتبار عدالتی فیصلہ ہونے کے ہے۔ اور بہت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اس کو قانونی تحقیق کا نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی خیال کیا جا سکتا ہے کہ ایک غیر جانبدار با اختیار جج نے واقعات کی روشنی میں لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن نے اپیل ہونے سے پہلے نہایت غیر معمولی تیزی سے کام لے کر اس فیصلہ کی اشاعت کثرت سے کی ہے۔ تا نجیدہ طبقہ کو جو ان کی عام یاوہ گوئی کو ناپسند کرتا ہے۔ اس فیصلہ کے ذریعہ ہمارے خلاف متاثر کر سکے۔ ہندوستان کے قریباً ہر مقام پر نہایت شد و مد سے اس فیصلہ کو شائع کیا گیا ہے۔ مختلف زبانوں اور مختلف ایڈیشنوں میں شائع کیا گیا ہے۔ جن میں سے بعض ایڈیشن با تصویر ہیں۔ اور اخباروں میں بھی یہ فیصلہ بکثرت شائع ہوا ہے اور وہ بدوہ احراری نمائندوں کی معرفت ناخواندہ دیہاتی لوگوں کو سنایا گیا ہے۔ اس فیصلہ کے ذریعہ گورنمنٹ کے بعض ایسے حکام کو بھی جو ہمارے سلسلہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے۔ یا سلسلہ کو گورنمنٹ کا خیر خواہ یقین کرتے تھے سلسلہ کے خلاف بدظن یا مخالف بنا دینے کی کوشش کی گئی ہے یہ فیصلہ اگرچہ سرتاپا دشمنوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں پر مبنی ہے۔ لیکن پبلک کے روبرو اس کی حقیقت تب ہی ظاہر ہو سکتی ہے جب کہ اس کے لکھنے والے جج کی حیثیت سے بالا قانونی عدالت اس فیصلہ کو غلط قرار دے دے اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس فیصلے کی اپیل کی جائے اور اپیل سے جو بہتر سے بہتر قانونی امداد ممکن ہے اس کا مہیا کرنا جماعت احمدیہ کا اولین فرض ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جماعت کا ہر فرد اس درد سے بھرا ہوا ہے۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں پوری جدوجہد کرے گا۔

چونکہ امید ہے کہ اکتوبر کے آخر میں مقدمہ ہائی کورٹ پنجاب میں پیش ہو جائیگا۔ اس لئے جماعت کے احباب فوراً اس کار خیر میں شریک ہوں گے۔ تاکہ کوئی روک کارروائی مقدمہ کی کامیاب پیروی میں پیدا نہ ہو سکے۔ چونکہ اس کا خرچ معمولی مقدمات کے خرچ سے بہت بڑھ گیا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق علیحدہ تحریک کی گئی ہے۔ اس طرح تمام افراد جماعت کو اس خاص جہاد میں شامل ہونے کا ثواب حاصل ہو سکے گا۔ ورنہ یہ کام تو ایسا تھا کہ بعض مخلصین اس کا سارا بار خود ہی اٹھا لیتے

چونکہ وقت بہت تھوڑا ہے اس لئے جس قدر جلد رقوم بھیجنے کا انتظام ہو سکے۔ اسی قدر جلد بھیجی جائیں بلکہ اگر ممکن ہو تو تار کے ذریعہ بھی یہ چندہ بھیجنے میں تامل نہ کیا جائے۔ چندہ جماعتوں پر اس طرح تقسیم کیا گیا ہے کہ ہر جماعت سے جس قدر چندہ سالانہ آتا ہے۔ اس کا بارھواں حصہ اس چندہ میں لیا جائے اس لحاظ سے عہدہ دار و صاحب اثر دوستوں سے توقع ہے۔ کہ یہ تحریک جلد سے جلد جماعت کے مردوں اور عورتوں میں پہنچا دیں۔ اور چندہ کی مجموعی رقم جمع کرتے ہوئے اس کا لحاظ رکھیں کہ مقدار سالانہ چندہ مجموعی طور پر عام حصہ آمد ہوتا ہے اس کے بارھویں حصہ سے کم نہ ہو۔ جو دوست اس شرح سے زیادہ چندہ دیں ان سے شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے۔ اور ان کا نام دفتر میں بھیج کر ممنون فرما دیں۔

ناظر بیت المال قادیان

بیت الحرام

دنیا میں سب سے پہلا تو خانۂ خدا ہے
جاری ہے نور جس کا وہ چشمۂ ہدا ہے

اے سجدہ گاہِ عالم اے مرجعِ خلائق
تجھ سے ہی ہم نے پائے اسلام کے حقائق

تجھ بن پڑی تھی سُونی انسانیت کی بستی
مفقود ہو چکی تھی دنیا سے حق پرستی

ہوتا سدا رہا ہے تجھ پہ نزول رحمت
قوموں نے تجھ سے پائی دینِ خدا کی نعمت

تو خانۂ خدا ہے تو منبعِ ہدا ہے
دل جس سے ہوں منور وہ چشمۂ صفا ہے

روحانیت پہ تیرا سکہ رہے گا قائم
اے چشمۂ ہدایت ہے فیض تیرا دائم

دل چاہتا ہے ہر دم میں تیرے گرد گھوموں
در پر ترے جبین ہو خاک تیری چوموں

بیگم [illegible] احمدی

مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف

ہائی کورٹ میں نگرانی کی سماعت

لاہور ۲۱ اکتوبر آج ہائی کورٹ میں مسٹر جسٹس کولڈسٹریم جج کے سامنے مولوی عطاء اللہ صاحب کے مقدمہ میں مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف گورنمنٹ اور کیپٹن حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی طرف سے نگرانی کی درخواستیں پیش ہوئیں۔ مقدمہ ٹھیک ۱۰ بجے شروع ہوا۔ کمرۂ عدالت اور گیلری میں داخل ہونے کے لئے خاص پاس جاری کئے گئے۔ کمرہ عدالت وکلاء اور سامعین سے پُر ہو گیا اور بہت سے ہجوم کو جگہ کی تنگی کے باعث واپس جانا پڑا۔ پولیس کا خاص انتظام تھا۔ گورنمنٹ کی طرف سے نگرانی کی درخواست پر دیوان رام لعل صاحب گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے بحث کی۔ جس میں سشن جج کے ان ریمارکس کو خارج از فیصلہ کئے جانے کی درخواست تھی جن میں گورنمنٹ کے نظم و نسق پر تبصرہ کیا گیا تھا۔ کیپٹن مرزا شریف احمد صاحب کی طرف سے حسب ذیل وکلاء پیش ہوئے۔

(۱) رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو۔ ایڈووکیٹ الہ آباد ہائی کورٹ (۲) مسٹر ایم سلیم بیرسٹر ایٹ لاء (۳) مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری (۴) شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور (۵) چوہدری اسد اللہ خانصاحب بیرسٹر لاہور (۶) پیر اکبر علی صاحب ایم۔ ایل سی۔

پہلے گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے ایک گھنٹہ تقریر کی۔ اور ۱۱ بجے سر تیج بہادر سپرو نے بحث شروع کی۔ ان کی تقریر جاری تھی کہ عدالت ۳ بجے برخاست ہوئی۔ اور بقیہ کارروائی کے لئے کل ۲۲ اکتوبر ۱۰ بجے وقت مقرر ہوا۔ کل سر سپرو اپنی بقیہ بحث پیش کریں گے فاضل ایڈووکیٹ نے سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے بعض حصص کے متعلق شہادت کی بنا پر اس بات پر خاص طور سے زور دیا کہ مقدمہ کے ریکارڈ میں ان کی تائید کرنے کے لئے قطعی طور پر کوئی شہادت موجود نہیں۔ (الفضل)

سیرت المہدی کا ایک ورق

روایات جناب میاں رحمت اللہ صاحب باغانوالا ساکن بنگہ ضلع جالندھر

میں رحمت اللہ باغانوالا بنگہ ضلع جالندھر ہمراہی چوہدری احمد یار۔ غلام نبی مدرس نمبر ۲ احمدیہ سکول بنگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے قادیان دارالامان حاضر ہوئے۔ یہاں آکر معلوم ہؤا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور تشریف لے گئے ہیں۔ اور چند روز وہاں قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ ہم واپس ہو گئے بٹالہ پہونچ کر ہم نے ارادہ کیا کہ چلو گورداسپور چلیں۔ اور گورداسپور چلے گئے۔ حضور کے جائے قیام پر پہونچے۔ کوئی پانچ بجے کے قریب چند دوست تحصیلدار وغیرہ لکھنؤ میرٹھ کی طرف سے آئے۔ اور اپنے ساتھ دو ٹوکرے خربوزوں کے بھی لائے۔ جو انہوں نے حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔ کیا حضور اس میں سے کچھ کھائیں گے۔ فرمایا بہت اچھا۔ چنانچہ ایک خربوزہ نکال کر ایک قاش جو ایک انگلی کے برابر تھی چھیل کر دی گئی۔ حضور نے ہاتھ میں لے کر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے ہوئے کوئی پندرہ بیس منٹ میں ختم کی۔ پھر ایک اور قاش دوسرے خربوزے میں سے دی گئی۔ اور آپ نے اس طرح سے وہ بھی ختم کی اور کھا کر فرمایا بس الحمدللہ۔ آپ خدا تعالےٰ کی حمد اور تعریف اس قدر کرتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ پھر فرمایا باقی اور دوست کھالیں۔ چنانچہ دوستوں نے کچھ کھائے۔ تو فرمایا کہ دیکھو۔ ہم نے تو خربوزے کھا لئے ہیں۔ گھر والوں نے نہیں کھائے ہوں گے۔ اگر کچھ بقایا ہیں تو قادیان بھیج دو۔

مغرب کی نماز کے وقت بالاخانے پر حضور چارپائی پر تشریف رکھتے تھے نیچے اور دوست بیٹھے تھے۔ ہم بالاخانے پر جہاں حضور تشریف فرما تھے۔ چلے گئے۔ اور ایک کونے میں ہم تینوں اکٹھے بیٹھ گئے۔ اکثر عہدہ دار اور معززین بالاخانے پر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھے باورچی نے آکر عرض کی۔ حضور کھانا تیار ہے۔ فرمایا پھر لے آؤ جس وقت وہ کھانا لینے چلا گیا تو ہم چونکہ غریب آدمی تھے ہم نے سمجھا کہ ہم نیچے چل کر کھالیں۔ یہاں بڑے بڑے آدمی ہیں۔ جب ہم تینوں یہ ارادہ کر کے کھڑے ہوگئے تو چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس سے ہو کر سیڑھیوں پر سے اترنا تھا۔ جب ہم حضور کے سامنے آئے تو فرمایا آپ کہاں جاتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور ہم نیچے بیٹھ کر کھالیں گے۔ فرمایا کیوں کیا یہاں جگہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کی حضور جگہ تو ہے۔

فرمایا پھر وہیں بیٹھ جاؤ اور وہیں کھانا کھاؤ۔

ہم تعمیل حکم کے لئے وہیں بیٹھ گئے۔ حضور کی مہمان نوازی دیکھ کر ہمارے ایمان تازہ ہوئے۔

پھر چند دوست بنگہ سے میرے ہمراہ نور محمد وغیرہ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ رات کو جب کھانا کھایا۔ تو چونکہ روٹیاں کچھ کچی تھیں چند دوست بیمار ہو گئے۔ اور مجھے بھی کچھ تکلیف ہو گئی۔ صبح کے وقت مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کو جب میری بیماری کے متعلق پتہ چلا تو وہ دریافت حال کے لئے آئے۔ تب ان کو معلوم ہؤا کہ اور دوست بھی بیمار ہو گئے ہیں ان کو کسی نے بتایا کہ روٹیاں کچی تھیں۔ تو شیخ صاحب نے اپر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بذریعہ رقعہ اطلاع دی جس میں میرا نام بھی درج تھا۔ اس پر حضور نے شیخ یعقوب علی صاحب کو بلایا۔ اور پوچھا شیخ صاحب کیا باعث ہے کہ ہمارے مہمان بیمار ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ حضور کارکنوں کی بے احتیاطی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اور ملازم رکھ لو۔ کیونکہ ہم مہمانوں کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے۔ ان کارکنوں کو بھی بلایا گیا۔ انہوں نے معافی مانگی۔ پھر شیخ صاحب نے عرض کیا کہ حضور مہمان تقسیم کر دیا کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ نہیں ہم لنگر سے کھانا کھلایا کریں گے۔ دوسرے روز خدا تعالےٰ کے فضل سے ہم کو آرام آگیا۔ اس وقت سے روٹی اچھی ملنے لگی۔ اللہ اللہ حضور کو اپنے مہمانوں کا کس قدر خیال تھا۔ یہ حالت دیکھ کر ہمارے ایمان ایک دفعہ پھر تازہ ہوئے غالباً ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے کہ سنہ ۱۹۰۰ء سے پہلے میری پہلی بیوی فوت ہو گئی تھی جس نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی اولاد چھوڑی تھی۔ اور اس کی وفات کے بعد سنہ ۱۹۰۰ء میں اللہ تعالےٰ نے مجھے شرف بیعت عطا فرمایا۔ حضور کا جماعت کو ارشاد تھا کہ جو شادی کرنے کے قابل ہے وہ شادی کرے میں حضور کو دعا کے واسطے تحریک کرتا رہا کہ حضور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ کوئی نیک سامان پیدا کرے۔ قریبی رشتہ داروں میں رشتے تو تھے مگر وہ اس سبب سے کہ یہ مرزائی ہو گیا ہے رک گئے تھے۔ مکرم معظم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے اپنے اخبار الحکم میں شیخ غلام محمد صاحب مرحوم اور خاکسار کے لئے رشتہ کی تحریک کی جس پر مجھے چند خطوط موصول ہوئے میں نے سب خطوط مکرم شیخ صاحب کی خدمت میں بھیج دئیے ان میں سے ایک خط جہلم سے خواجہ کرم داد صاحب کا بھی آیا تھا۔ شیخ صاحب نے اس رشتہ کو پسند فرمایا۔ اور خط و کتابت شروع کر دی۔ خواجہ صاحب نے مفصل حالات لکھ کر بھیج دئیے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی منظوری کا خط بھیج دیا۔ کہ حضور مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔ آپ بھی اسے منظور فرمائیں۔ اور ساتھ ہی انہوں نے مختارنامہ کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا نام بھیج دیا۔ کہ نکاح پڑھوا دیا جائے۔ رخصتانہ میں پھر کر دوں گا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیخ صاحب کو فرمایا کہ میاں رحمت اللہ کو بلوالو۔ اور غالباً مولوی یار محمد صاحب مختار کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے میرے بلانے کے لئے بنگہ بھیجا گیا۔ اور دو روپے دیسی شکر کے لئے بھی دیئے کہ وہاں سے دو روپے کی دیسی شکر بھی لانا۔ اور رحمت اللہ کو نکاح کے لئے ساتھ لاؤ۔ وہ فوراً بنگہ پہنچے مبارکباد دینے کے بعد کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رشتہ کو پسند فرمایا ہے۔ اور آپ کو نکاح کے لئے بلایا ہے۔ خاکسار حکم کی تعمیل میں ان کے ہمراہ چل پڑا۔ اور شکر بھی ساتھ لایا۔ غالباً جمعرات کا دن تھا۔ جب ہم قادیان پہونچے تو شام ہو چکی تھی۔ صبح بروز جمعہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کر دیا کہ رحمت اللہ نکاح کے لئے پہنچ گیا ہے۔ غالباً حضور باغ میں تشریف فرما تھے۔ وہیں بعد نماز جمعہ عرض کیا گیا تھا۔ فرمایا۔ بہت اچھا۔ اب پہلے عبدالحی کی آمین ہوگی۔ اور عصر کے بعد میاں رحمت اللہ کا نکاح پڑھا جائیگا۔ شیخ صاحب نے عرض کیا کہ حضور تشریف لائیں گے۔ فرمایا ہاں۔ عصر کے قریب ہم چھوہارے لے کر باغ میں حاضر ہو گئے۔ اذان ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد نکاح کے لئے عرض کیا گیا تو آپ وہیں بیٹھ گئے۔ فرمایا بڑے مولوی صاحب نکاح پڑھائیں۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضور کے کسی ضروری کام کا حرج ہوتا ہو۔ تو حضور تشریف لے جائیں۔ اور نکاح کے متعلق ہمیں ہدایات دے دیں۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ بڑے مولوی صاحب نکاح پڑھائیں گے اور میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔

غرض مولوی صاحب اعلان نکاح کے لئے کھڑے ہوئے۔ مولوی صاحب نے مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا آپ مختار ہیں۔ پہلے وہ مختارنامہ مجھے دکھلا دیں۔ مولوی صاحب مرحوم نے وہ مختارنامہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو دکھلایا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا مولوی صاحب تعداد مہر کے متعلق اس میں کچھ نہیں لکھا۔ بہتر ہے حضرت صاحب سے دریافت کر لیا جائے کہ مہر کیا مقرر کیا جائے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے خیال میں مہر زیادہ ہی باندھا کرتے تھے اس لئے مجھے کچھ تشویش سی ہوئی تو معاً مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت جبکہ میں مختار عام ہوں تو کیا میں مجاز نہیں کہ جو مہر چاہوں باندھ دوں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ ہاں آپ کو مجاز کیا ہے۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی۔ کہ کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دی جائے۔ میں خود ہی باندھ دیتا ہوں۔

غرض نکاح پڑھا گیا۔ اعلان نکاح کے بعد دعا ہوئی۔ چونکہ کاروبار کے دن تھے۔ میں نے شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سے عرض کیا کہ حضرت صاحب سے اجازت لے دیں۔ اور پچاس روپے مدرسہ احمدیہ کے لئے تقریب نکاح پر پیش کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں رقعہ لکھ کر بھیجا گیا۔ حضور تحریر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس تعلق کو مبارک کرے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ اور آپ کے لئے اجازت ہے

خدا تعالےٰ کے فضل سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی برکت سے وہ نکاح بڑا بابرکت ثابت ہوا۔ اور میرے ازدیاد ایمان کا موجب ہوا۔ آب اس بیوی سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ حضور کی دستخطی وہ تحریر اور چند اور تحریریں میرے پاس موجود ہیں۔ میں نے یہ چند سطور اس لئے لکھی ہیں۔ کہ احباب کرام اور بزرگان سلسلہ میرے لئے میرے بال بچوں کے لئے دعا فرمادیں۔

حضرت غلام نبی صاحب سیٹھی مرحوم کی قلم سے

مندرجہ ذیل حالات سیٹھی غلام نبی صاحب نے اپنی زندگی میں اپنی قلم سے لکھے تھے اس میں بہت حصہ ذکر حبیب کا ہے۔ اسلئے اسے بھی سیرت المہدی کے باب میں درج کرتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

۱۸۹۲ء کا واقعہ ہے۔ کہ میں راولپنڈی میں تھا۔ چوہدری محمد بخش صاحب سیالکوٹی چچا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم راولپنڈی تشریف لائے۔ اور میرے پاس ذکر کیا۔ کہ مرزا غلام احمد نے دعویٰ مسیح و مہدی ہونے کا کر دیا ہے۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ وہ کونسا مرزا ہے۔ اور کہاں رہتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ وہ وہ مرزا ہے۔ جنکی پادریوں سے اس بات پر گفتگو ہوئی تھی۔ کہ ہم ایک خط بند لفافہ صندوق میں بند کر کے رکھ دیتے ہیں۔ تم الہاماً ہم کو بتا دو کہ اس میں یہ لکھا ہے۔ تو مرزا صاحب نے جواب دیا۔ کہ تم چند آدمی یہ شرط لکھ دو۔ کہ ہم فوراً مسلمان ہو جاوینگے پھر میں بتا دونگا۔ تو پادری بھاگ گئے۔ میں نے دریافت کیا۔ ہر دو مولوی صاحبان کا کیا حال ہے۔ مولوی نور الدین صاحب مرحوم خلیفہ اوّل و مولوی عبدالکریم صاحب۔ اوسنے جواب دیا۔ وہ تو مان گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ لاؤ قلم دوات اور کارڈ کہ ہم بھی بیعت کا خط لکھ دیں کہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں ہے۔ میں بعارضہ بخار بیمار پڑا تھا۔ وہ کارڈ لائے اور انہوں نے خود ہی لکھا۔ میں نے فقط دستخط کر دئے۔ آمنا صدقنا فاکتبنا من الشاہدین۔ غلام نبی سیٹھی

مولوی صاحبان سے آگے میرا معمولی تعلق تھا۔ پھر تو حضرت صاحب کے اشتہارات آتے۔ اور ہم شہر میں بانٹ دیتے۔ ادھر گھر والے مخالف۔ ادھر باہر سے لوگ مخالف دوکان کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے۔ کہ یہ دوکان کافروں کی ہے۔ گھر والے گرد ہو جاتے کہ اب ہم لوٹے جائینگے۔ بس ایسا ہی ہوتا رہتا۔ تھوڑی مدت کے بعد میں دارالامان گیا۔ جس وقت چوک میں یکہ سے اترا۔ تو آگے تخت پوش پر مرزا امام دین اور چند آدمی حقہ پی رہے تھے۔ میں نے حضرت صاحب کا ان سے پتہ پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ میں نے کہا میں راولپنڈی سے آیا ہوں۔ تو انہوں نے گول کمرہ کی طرف اشارہ کیا۔ کہ وہاں جاؤ۔ میں گول کمرہ میں آیا۔ تو حافظ حامد علی صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی وہ مجھکو بالاخانے پر لے گئے۔ وہاں پر حضرت صاحب سے مصافحہ کیا۔ حضرت صاحب کھڑے رہے۔ اور مجھکو ارشاد فرمایا۔ کہ چارپائی پر بیٹھو۔ میں نے عرض کی کہ آپ چارپائی پر تشریف رکھیں اور میں چٹائی پر بیٹھونگا (کیونکہ آگے ہم پیروں کے ادب آداب سے واقف تھے۔) پاس ہی ایک اور شخص بھی کھڑا تھا۔ ایسا یاد آتا ہے۔ کہ مستری حسن دین صاحب سیالکوٹی تھے۔ وہ ان دنوں حضرت صاحب کے مکان کی مرمت کر رہے تھے۔ اس نے کہا کہ تابعداری کرو۔ پس میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ تو حضور نے ایک ٹین کھولکر مصری نکالی۔ اور گلاس میں ڈالکر خود ہی گھڑے سے پانی ڈالکر اور شربت بنا کر مجھکو دیا۔ کہ پیو۔ میں نے وہ لے کر پی لیا۔ پھر بعدہٗ سے مشتق فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ میں بٹالہ سے کھا کر آیا ہوں۔ پھر تھوڑی دیر بیٹھا تو حضور نے فرمایا۔ کہ گرمی سخت ہے۔ اور آپ گرمی میں آئے ہیں۔ آپ نیچے گول کمرہ میں آرام کریں۔ حافظ صاحب نے چارپائی بچھا دی۔ اور میں لیٹ رہا۔

پھر ظہر کی نماز پڑھی چھوٹی مسجد میں۔ اس وقت کا نقشہ حضرت جی کے مکان میں ایک کرسی و ایک میز اور ایک چارپائی اور ایک چٹائی اور ایک پرانا سا بکس تھا۔ میں چند یوم رہا۔ کوئی آدم نہ آدمزاد فقط ہم تین چار آدمی تھے۔

پھر میں رخصت ہو کر بھیرہ میں آیا۔ اور حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم سے ملاقات کی۔ اور پھر گھر چلا آیا۔ لیکن میں نے دیکھکر یہ نتیجہ نکالا۔ کہ بیشک بیشک یہ شخص صادق ہے۔ پھر تو وہ ہزار دھڑ کفر کے فتوی لگنے شروع ہو گئے۔ مگر بس پشت ہی۔ میرے گھر میں بیماری اٹھرا تھی۔ میں بمعہ بال بچہ دارالامان آیا۔ کہ وہاں جاکر حضرت خلیفۃ المسیح اول سے دوائی کریں

ایک دن کا واقعہ ہے۔ کہ حضور باغ میں تشریف لے گئے۔ تو سب موجودہ احمدیوں کی اور حضرت جی کے گھر کے آدمی ہمراہ تھے۔ حضور نے مالی کو فرمایا کہ شہتوت توڑ لاؤ۔ کہ یہ سب کھاویں۔ میری اہلیہ خود شہتوت پر چڑھ کر اپنے ہاتھ سے تھوڑے سے شہتوت توڑ کر لائی۔ اور حضرت جی یعنی حضرت مسیح موعود کے سامنے رکھدئے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ مالی والے صاف نہیں ہیں۔ اور یہ صاف ہیں۔ تو حضور ام المومنین نے فرمایا کہ یہ غلام نبی کی بی بی ہاتھ سے توڑ کر آپ کے لئے لائی ہیں تو حضور نے اوپر دیکھا۔ اور فرمایا کہ خدا اسکو بیٹا دے۔ میں شہر میں مولوی صاحب کے مطب میں بیٹھا تھا۔ کہ مولوی صاحب روٹی کھا کر گھر سے آگئے۔ اور مجھ کو مبارکباد دی کہ اب دوائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ حضور نے یہ لفظ فرمائے ہیں (یعنی خدا اسکو بیٹا دے) جو پورے ہو نگے۔

پھر دو چار یوم کے بعد میں نے رخصت طلب کی اور روانہ ہونے کے لئے حضور سے مصافحہ کیا۔ تو حضور وداع کرنے کے لئے نزاہ آئے۔ جب یکہ پر چڑھنے لگا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ واپس چلو۔ چند یوم اور رہ جاؤ۔ اور میں نے یکہ والے کے متعلق کہا۔ تو فرمایا۔ کہ دو چار آنہ اسکو ہم دیدینگے۔ راضی ہو جائیگا۔ خیر پھر واپس آئے اور چند یوم رہے۔

پھر میں نے رخصت طلب کی۔ کہ حضور جانے کو دل تو نہیں چاہتا۔ مگر شراکت کی تجارت ہے۔ پھر میں راولپنڈی آگیا۔ تھوڑی مدت کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ اور ڈیڑھ سال کا ہو کر فوت ہو گیا۔ تو میں نے حضور کی خدمت میں خط لکھا۔ کہ حضور یہ لڑکا تو آپ کا معجزہ تھا۔ اور امید تھی کہ بڑی عمر والا اور سعادت مند ہو گا۔ حضور نے جواب میں خط لکھا۔ جواب بھی میرے پاس موجود ہے۔ کہ اسکے مرنے پر تو صبر کر کے اجر حاصل کرو۔ اور دوسرے کی انتظار کرو۔ پھر میں نے ساری برادری کو برملا سنا دیا۔ کہ اب اللہ نے چاہا تو دوسرا لڑکا آیا جانو۔ پھر لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام کرم الٰہی ہے۔ اور اب زندہ ہے۔ خدا اسکو سعادت مند اور بڑی عمر والا کرے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ میں مفتی فضل الرحمان کے مکان پر بمعہ بال بچہ رہتا تھا۔ کوئی بارہ بجے کا وقت ہو گا۔ کہ کسی نے دروازہ کھٹ کھٹایا۔ تو جب دروازہ کھولا۔ تو دیکھا حضرت صاحب کے ایک ہاتھ میں لیمپ اور ایک ہاتھ میں لوٹا اور گلاس ہے۔ اور فرمایا بھائی محبب دودھ آگیا تھا۔ تو میں آپ کے لئے لایا ہوں۔ میں لجہ کر حیران رہ گیا۔ کہ اللہ اللہ یہ خدا کا نبی اور خاکساری یہ۔

جب آئینہ کمالات چھپی تو حضور نے ایک دن فرمایا کہ ان مولویوں کو بھی تبلیغ کی جاوے۔ مگر یہ لوگ عربی خواں ہیں۔ اور میں اردو۔ ہاں ایک بات ہے۔ کہ میں مضمون بناتا ہوں۔ مولوی نور الدین اور مولوی عبدالکریم وغیرہ ملکر عربی کرلیں۔ تو ان کو تبلیغ کی جاوے۔

سبحان اللہ! صبح کو حضرت تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ مجھ کو آج چالیس ہزار عربی مادہ کا علم دیا گیا ہے۔ تھوڑی سی عبارت لکھ کر لائے۔ تو مولوی نور الدین و عبدالکریم دیکھ کر حیران ہو گئے۔ کہ اللہ اللہ ہم نے عمر عربی میں گزار دی۔ مگر ایسی عبارت ہمارے خیال میں کبھی نہیں آئی۔

۱۹۲۴ء میں ہجرت کر کے دارالامان آگیا۔ محلہ دارالرحمت میں مکان بنایا۔ اللہ تعالےٰ انجام بخیر کرے میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بموجب وصیت جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ دیکر رسید حاصل کر لی ہے۔ آگے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا قسمت پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ آمین۔

مابعد کا جھگڑا کوئی نہیں رکھا۔ فقط چھ روپیہ باقی ہے۔ اگر ہو سکا تو انشاء اللہ ادا کر دونگا ورنہ بعد وفات پر دے دیا گیا۔ کرم الٰہی سیٹھی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ

حضرت شیخ غلام احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا انتقال

(حضرت قبلہ عرفانی صاحب کے قلم سے)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ یکے بعد دیگرے اپنے رفیق اعلےٰ اور مولیٰ کریم کے حضور جا رہے ہیں۔ اور ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ عہد سعادت اور عہد نبوت کی شمع کے پروانے ختم ہو جائینگے۔ اور آنے والی نسلوں کے دلوں میں اپنی یاد چھوڑ جائینگے میں نے بہایت افسوس کے ساتھ حضرت شیخ غلام احمد صاحب نومسلم کی وفات کی خبر سنی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت شیخ غلام احمد صاحب ہماری جماعت میں ایک روشن ضمیر بزرگ تھے وہ ایک معزز ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اور اسلام میں آکر انہوں نے ثمرات و برکات اسلام کا پورا مزا چکھا۔ اور اس عہد کے اولیائے کبار میں داخل ہو گئے۔ خاکسار عرفانی کے ساتھ انکو بلا محبت تھی۔ اور مجھے افسوس ہے۔ کہ میں ان کے جنازہ کو کندھا بھی نہ دے سکا۔ یہ حسرت میری زندگی کے آخری دم تک رہیگی۔ اسکی تلافی میں شیخ صاحب کی زندگی پر ایک تبصرہ لکھ کر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

وطن و پیدائش

شیخ غلام احمد صاحب ضلع لودہانہ کے ایک گاؤں میں ایک کھتری خاندان میں پیدا ہوئے۔ انکے والد ماجد لالہ بھگت رائے اپنے علاقہ کے ایک شریف اور معزز طبیب تھے۔ بچپن ہی میں شیخ صاحب کو اسلام سے محبت پیدا ہوئی۔ اور عملی اسلام کی طرف رغبت ہوئی۔ وہ مسلمان ہمعمروں کی صحبت میں رہنا اور مسلمان بزرگوں کے حالاتِ زندگی کو پڑھنا پسند کرتے۔ اور ایسی مجلسوں میں مخفی طور پر شامل ہوتے جہاں اسلام کی خوبیوں کا ذکر ہوتا۔ یہ رجحان اور شوق اسقدر ترقی کر گیا۔ کہ زیادہ دیر تک محبتِ اسلام کے اس جوش کو چھپا نہ سکے۔ رفتہ رفتہ گھر کے لوگوں کو خبر ہوئی۔ اور انہوں نے مختلف قسم کی پابندیاں اور سختیاں شروع کیں۔ چونکہ انکا خاندان اپنے علاقہ میں ایک شریف اور ممتاز تھا۔ اور اپنے رسم و رواج کے لحاظ سے وہ سمجھتا تھا کہ اگر اس خاندان کا بچہ مسلمان ہو گیا تو گویا ناک ہی کٹ جائیگی۔ اس لئے وہ شیخ صاحب کو قبولِ اسلام سے روکنے کی ہر ممکن تدبیر کر رہا تھا۔ مگر محبتِ اسلام کا جو نشہ اس نوجوان کے سر میں سما گیا تھا۔ وہ ان سختیوں اور پابندیوں سے اُتر تو نہیں سکتا تھا۔ بڑھتا چلا گیا اور آخر شیخ صاحب اسی جنون میں (ایسے جنون پر دنیا کی عقلیں قربان ہوں) نکل کھڑے ہوئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے خاندان ہی کا ایک نوجوان عزیز تھا۔ چونکہ عمر چھوٹی تھی اس لئے کسی مولوی کو تلقینِ اسلام کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لودہانہ آئے مگر کسی نے ان کو داخل اسلام نہ کیا۔ یوں اظہارِ ہمدردی کی جاتی تھی۔ لیکن عملاً مسلمان بنانے سے ڈرتے تھے۔ شیخ صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں علماء کے اس ضعف قلب کو محسوس کرتا تھا۔ اور اگر اسلام کی صداقت میرے قلب میں پیدا نہ ہو گئی ہوتی۔ تو ان کی اس کمزوری کا بہت برا اثر ہوتا۔ بہر حال وہ دل سے مسلمان ہو چکے تھے۔ اسلئے کوئی چیز انہیں اس سے ہٹا نہ سکتی تھی۔ وہ زمانہ انکے لئے ایک عہد ابتلا تھا گھر میں جب تک رہے۔ تو گھر والوں کی طرف سے مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ اس حالت میں البتہ والدہ کی شفقت کچھ غمگساری کرتی تھی۔ باقی سارا خاندان برافروختہ اور دشمن ہو چکا تھا۔ گھر سے باہر نکلے تو کوئی سہارا نہ تھا۔ مسلمان ڈرتے تھے۔ کہ کہیں آفت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

آہ! ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ مسلمان تبلیغ اسلام کے لئے ہر مصیبت کو شوق سے قبول کرتا۔ اور یا ایک ایسا زمانہ آگیا کہ اسلام میں آنیوالوں کو پیچھے ہٹا دیا جاتا کہ کوئی قانونی مواخذہ نہ ہو جاوے۔ شیخ صاحب اسی بین الخوف والرجا کے ایام میں ادہر اُدہر پھرتے رہے۔ آخر مالیر کوٹلہ جا کر انہوں نے

علے الاعلان اظہار اسلام کیا

اور اسلام کی تعلیم سے واقفیت بڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں

قیام لودہانہ کے ابتدائی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جبکہ اس وقت کوئی دعویٰ نہ تھا اور نہ آپ بیعت لیتے تھے۔ لودہانہ تشریف لائے۔ اور چوہدری بنے کے احاطہ میں آپ کا قیام تھا۔ لوگوں کا بہت رجوع تھا۔ اور کثرت سے لوگ آپ کی خدمت میں جاتے تھے چونکہ شیخ صاحب کو بزرگان اسلام سے خاص محبت تھی۔ اور اولیاء کرام کے حالات پڑھ کر اس زندگی کی ایک خفیہ محبت کی چنگاری سلگ رہی تھی۔ حضرت کا ذکر سنا۔ اور اور لوگوں کا رجوع دیکھا تو اپنے بھائی کو لیکر حاضر خدمت ہوئے۔

شیخ صاحب کا بیان ہے۔ کہ میں حضرت کو پہلی ہی نظر میں دیکھ کر گرویدہ ہو گیا۔ اور میرے قلب پر ایک روشنی پڑنے لگی جسکو میں نے کبھی محسوس نہ کیا۔ حضرت اقدس نے نہایت لطف و کرم سے تمام حالات کو سنا۔ اور محبت و خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور دیر تک تسلی اور اطمینان دیتے رہے۔ حاضرین میں ہمارے واقف بھی تھے۔ اس لئے کہ ہمارے قبول اسلام نے عام جوش اور چرچا پیدا کر دیا تھا۔ میرا عزیز بھائی بہت ہوشیار اور خوب باتیں کرتا تھا۔ میں خاموش رہتا اس لئے اس کے متعلق نہایت قابل و لائق ہونے کی رائے کا اظہار کیا جاتا حضرت کے حضور بھی ایسا ہی ہوا۔ اور لوگوں نے اسکی تعریف کی۔ حضور نے سن کر فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ چھوٹے صاحب بہت اچھے ہیں۔

یہ حضرت کے ارشاد کا مفہوم تھا۔ شیخ صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھ پر اس ارشاد کا بہت اثر ہوا۔ اور آخر واقعات نے بتا دیا۔ کہ میرے اس بھائی کو وہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ جو مجھکو ملی وہ سلسلہ کی قبولیت سے بے نصیب رہا۔

اسلام میں زندگی کا آغاز

مسلمان ہوئے تو مسلمان ہونے کی حقیقت پیدا کرنے کا جوش پیدا ہوا۔ مسلمانوں کے اعمال کو دیکھتے تو حیرت ہوتی۔ اور مشاہدہ اور ایمان میں جنگ ہوتی۔ کہ جس درخت کے یہ ثمرات ہیں اسکی حقیقت کیا ہو گی؟ لیکن ایمان کہتا کہ تو خود اسکے شیریں پھلوں کو کھا رہا ہے۔ یہ حقیقی ثمرات نہیں جن کو تو دیکھتا ہے۔ علماء اور بزرگوں کی صحبتوں میں رہنے کا شوق تھا۔ اور علمی زندگی سے وابستگی تھی۔ جہاں جاتے عزت و احترام ہوتا۔ مگر اس چیز نے دماغ میں کبر اور تعلی پیدا نہیں ہونے دی۔ البتہ مومنانہ خودداری اور غنا ہمیشہ نمایاں رہا۔ اس عرصہ میں مختلف مقامات اور متعدد بزرگوں کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ اس طریق سے نفرت تھی کہ لوگ نومسلم سمجھ کر کچھ دیں یا اپنے اسلام کو نیلام و نمائش کرتے پھریں۔ اسلئے اپنی زندگی کے پروگرام میں اس امر کو داخل کیا کہ

کوئی کام کر لیا جائے

تاکہ حوائج ضروریہ پوری ہو جائیں۔ اس مقصد کے پیش نظر اپنے حالات پر غور کر کے یہ فیصلہ کیا۔ کہ کسی رئیس کے بچوں کو قرآن مجید پڑھایا کریں۔ اس طرح پر خدمتِ دین کا بھی موقعہ مل جائیگا۔ اور ضروریات زندگی کا بھی سامان ہوتا جائیگا

واہ حسن ابدال میں

چنانچہ اس فیصلہ کے بعد آپ مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے واہ (حسن ابدال) میں پہنچے اور نواب محمد حیات خاں مرحوم کے خاندان میں آپ کی رسائی ہوئی۔ مرحوم نواب محمد حیات خاں صاحب کے صاحبزادگان بلند اقبال نواب سر سکندر حیات خاں اور نواب لیاقت حیات خاں آپ کو اچھی طرح جانتے ہیں شیخ صاحب ایک نہایت خوش رو نوجوان تھے۔ طبیعت میں استغنا تھا۔ مرحوم محمد حیات خاں ان کا بہت احترام کرتے اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے ساتھ ان کے خاندان کے دوسرے لوگ آپ سے حسد کرتے تھے اور آپ کے اس اقتدار اور اعزاز کو جو مرحوم کی نظروں میں بڑھ رہا تھا پسند نہ کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مختلف قسم کی منصوبہ بازیوں اور سازشوں

سے کام لے کر شیخ صاحب کو وہاں سے نکلوانا چاہا اس فتنہ اخراج میں بڑے آدمی بھی شامل تھے۔ انہیں یہ کد تھی کہ شیخ صاحب ان کے پاس سے گزر جاتے ہیں۔ اور انکی طرف نظر اٹھاکر بھی نہیں دیکھتے سلام کہنا تو درکنار۔ رفتہ رفتہ شیخ صاحب کو بھی اس قسم کی سازشوں کی خبر پہنچی مگر انہوں نے پرواہ نہ کی البتہ یہ فیصلہ کر لیا کہ

واہ کو چھوڑ دینا چاہیئے

انکی طبیعت میں استغنا بڑے درجہ کا تھا۔ اور متوکل انسان تھے۔ چاہا یہ کہ چپکے سے چلا جاؤں پھر اسکو بزدلی سمجھا اور منتظر رہے۔ کہ سامانات ہوں تو فیصلہ کروں۔ نواب صاحب کا لطف وکرم روز بروز بڑھ رہا تھا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ شیخ ایک نجیب و شریف نوجوان ہے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ بلاوجہ مخالفت بڑھ رہی ہے۔ اور ایسا نہ ہو کہ جہالت کا کوئی علمبردار شیخ صاحب کی جان پر حملہ کر دے اور اس سے ایک عداوت کا سلسلہ شروع ہو جائے تو انہوں نے یہی مصلحت سمجھی کہ شیخ صاحب کو اپنے ساتھ لے جاویں نواب صاحب کونسل آئین ہند کے ممبر ہوئے تھے اور وہ اس کے اجلاس میں شمولیت کے لئے جا رہے تھے۔ انہوں نے شیخ صاحب سے گرد و پیش کے حالات کا ذکر کیا اور کہا کہ میں تو یہاں ہونگا نہیں۔ اور اگر کسی نے آپ کو ایذا دی تو مجھے تکلیف ہوگی۔ اور پھر خطرہ ہے کہ خاندانی جنگ نہ بن جائے۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ شیخ صاحب نے کہا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں جہاں میرا مولیٰ مجھے لے جائیگا چلا جاؤنگا۔ میں نے آپ کو یا کسی اور کو خدا نہیں بنایا میرا مولیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور مرنے والے انسانوں کی طاقت اور رفاقت پر مجھے نہ بھروسہ ہے اور نہ یقین ہے۔ آپ کی مہربانیوں کا شکر گزار ہوں یہ بھی میرے مولیٰ کا فضل تھا۔ کہ اس نے آپ کو میرے لئے مسخر کر دیا۔ نواب مرحوم پر طبعاً ان باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ مگر انہوں نے اصرار کیا کہ میرے ساتھ چلو۔ غرض آپ نے واہ کو چھوڑ دیا۔ اگرچہ واہ کے قدرتی مناظر ایک دلچسپی رکھتے تھے۔ اور خلوت میسر تھی۔ مگر جب اسے چھوڑا تو پھر ادھر کا خیال بھی نہیں کیا۔ شیخ صاحب کا یہ عہد عہد شباب تھا جنہوں نے ان کو دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ ایک نہایت خوبصورت اور مردانہ حسن کے نمونہ تھے۔ مگر ان کا عہد شباب ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رہا۔ جو چیز ان کو محبوب تھی وہ ذکر الٰہی اور روحانی ترقی تھی۔ صفائی سے ان کو بہت محبت تھی۔ اور صفائی کے لئے یہ دلچسپی اور توجہ بعض اوقات بد باطن لوگوں کو مختلف قسم کے شبہات کا بھی موقعہ دیتی تھی۔ مگر وہ

ہر کرا حساب پاک است از محاسبہ چہ باک

کو مدِ نظر رکھتے میاں احمد یار خاں مرحوم جنکی زندگی کا بیشتر حصہ لودھانہ میں اور آخری حصہ عمر بنگہ ضلع جالندھر میں گزرا ایک ذاکر مشاغل صوفی تھے اور ہماری جماعت میں وہ ایک باخدا بزرگ تھے۔ شیخ صاحب کے ابتدائی ایام سلوک کا زمانہ ان کی صحبت میں بھی گزرا۔ انہوں نے جب کبھی ان ایام کے حالات کا مجھ سے تذکرہ کیا تو شیخ صاحب کی متقیانہ زندگی کو سراہا اور لوگوں کو جو عیب انکی زندگی میں نظر آتا تھا وہ

ان کا استغنا تھا

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کی عجیب و غریب قدرتوں کو دیکھتا اور اسی کے آستانہ پر گرتا ہے۔ وہ دنیا کی کسی قوت و طاقت کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔ اسکی زندگی کا نقشہ یہ ہوتا ہے۔

آنکس کہ بتو رسد شہاں راچہ کند

غرض یہ عہد شیخ صاحب کا عہد ریاضت تھا پرانے صوفیوں کے طریق پر انہوں نے قدم نہیں مارا۔ اگرچہ وہ مشہور گدیوں اور سجادہ نشینوں کے پاس گئے۔ لیکن وہ کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے ان تمام گدیوں اور مشائخ کو دیکھا ہے۔ مجھے نمائش اور ریاکی دوکانیں نظر آئیں۔ میں اللہ والوں کی تلاش میں تھا۔ اور اس جنس کو جہاں جاتا مفقود پاتا۔ یہی تڑپ اور مطلب آخر کار انہیں قادیان لے آئی وہ سنہ ۱۹ء میں قادیان آئے۔ اس وقت پورے شباب پر تھے لباس ہمیشہ صاف اور ستھرا رکھتے اور دیکھنے والا سمجھتا کہ بہت بڑا دولت مند انسان ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے۔ کہ حقیقی دولت اس کے پاس ضرور تھی۔ گو چاندی سونے کے سکوں سے اس کا ہاتھ خالی تھا۔ اخبار الحکم بھی پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے قدرتاً انہیں خاکسار عرفانی سے (جو ان ایام میں تراب تھا) بھی ملاقات کرنے کا شوق تھا۔ چنانچہ مسجد اقصیٰ میں جمعہ کے دن پہلی ملاقات ہوئی۔ اور اسی ملاقات میں دل را بدل رہ است۔ ہم نے ایک دوسرے کو محبت و اخلاص کے جذبات میں کھیلتے پایا۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے کہا کہ آپ قادیان ہی کیوں نہیں رہ جاتے فرمایا دل تو یہی چاہتا ہے مگر میں موقع کا منتظر ہوں یہ میرے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب سامان کر دیگا رہ جاؤنگا۔ اب کہیں جانے کی ہوس اور تمنا نہیں رہی۔ بہت کچھ دیکھ چکا۔ میں نے پوچھا آپ کیا سامان چاہتے ہیں؟ تو کہا کہ جاننے والا جانتا ہے میرے اصرار پر کہا کہ میری ضروریات مختصر ہیں۔ دھوبی حجام ان کے اخراجات ہیں۔ میں کسی پر بار نہیں ہونا چاہتا۔ میں نے پوچھا کہ کس قدر اخراجات کا آپ اندازہ کرتے ہیں۔ تو فرمایا یہی دو تین روپیہ۔ میں نے کہا کہ

یہ رقم میں اپنے ذمہ لیتا ہوں

تو کہا کہ مجھے اس کے بدلہ میں کیا کام کرنا پڑیگا۔ بغیر کام کے میں لینا نہیں چاہتا۔ میں نے کہا کام یہی ہے۔ کہ آپ روزانہ آیا کیجئے۔ اور میرے پاس بیٹھ کر جو کام میں کہوں کریں۔ چنانچہ وہ بہت خوش ہوئے۔ اور اس طرح پر اپنے آپ کو تین روپے کا نوکر سمجھ کر قادیان میں رہنے لگے۔ اس واقعہ کا ذکر انہوں نے بارہا اپنے دعظوں میں کیا۔ میں نے ہمیشہ خدا کا شکر کیا۔ کہ اس نے مجھے شیخ غلام احمد صاحب جیسے بزرگ کو قادیان میں رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ میرے پاس آتے میں انکی فطرت کو پڑھ چکا تھا کہ وہ کسی کے احسان کو لینا نہیں چاہتے۔ اس لئے کبھی کوئی چھوٹا سا کام کاپی پڑھنے یا کوئی خط لکھنے کا دیدیتا۔ رفتہ رفتہ جب وہ بھی بخوبی سمجھ گئے کہ میں نے کسی نمائش یا ریاکاری سے یہ بار نہیں اٹھایا۔ تو انہیں میرے ساتھ محبت و اخلاص بڑھا۔ تب میں نے کہہ دیا کہ دراصل میرا مقصد آپ جیسے لوگوں کا یہاں رکھنا تھا۔ آپ دعا کر چھوڑا کریں یہی آپ کا کام ہے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک الحکم کو یہ سعادت حاصل رہی۔ اس عرصہ میں میں نے بخوبی اندازہ کیا کہ شیخ صاحب کس قدر منور فطرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے مجھے کہہ دیا کہ آپ کو خود وقت مقررہ پر یہ رقم دے دینی چاہیئے میں تقاضا نہیں کرونگا۔ اور اگر کبھی مجھے کہنے کی ضرورت درپیش ہوئی تو میں سختی سے مطالبہ کرونگا۔ اس لئے کہ میں اسے اپنا حق سمجھتا ہوں۔ آپ کا حق یہ ہے کہ اس کے بدلہ میں جو کام میرے ذمہ مقرر کیا ہے آپ اس کا مطالبہ کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس سلسلہ میں انکو سختی سے مطالبہ کی اور مجھے اپنے کام کے لئے تقاضا کی ضرورت پیش نہیں آئی

دودھ کی دوکان

کچھ عرصہ کے بعد شیخ صاحب کو خیال آیا۔ کہ میں دوکاندار قوم سے تعلق رکھتا ہوں بہتر ہے کہ کوئی چھوٹی سی دوکان کھول لوں۔ آخر یہ فیصلہ کیا کہ دودھ کی دوکان جاری کردوں۔ جن حالات میں وہ دوکان جاری ہوئی اس کو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ اس دودھ کی دوکان میں شیخ صاحب کی صفائی اور اور نفاست پسندی کا مظاہرہ موجود تھا وہ نہایت محنت اور جفاکشی سے کام کرتے جب وہ کڑاہیوں کو مانجتے یا آگ جلاتے وقت پھونکیں مارتے تو عارف کے لئے ایک بصیرت افروز منظر ہوتا۔ دوکانداری میں انہوں نے پوری دیانت اور امانت کے اصولوں کو مدنظر رکھا۔ انہوں نے دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی ہی سمجھا۔ دونوں کو ملاکر دودھ بنانے کی سعی نہ کی۔ دوکان میں کوئی فائدہ نہ تھا۔ مگر دوکان جاری تھی۔ اور ہر روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور حضرت مولٰنا عبدالکریم رضی اللہ عنہ کو دودھ بھیجنے لگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ ہر روز نہیں چاہیئے۔ ایسا ہی دوسرے بزرگوں نے فرمایا کہ دوکان اس طرح پر نہیں چل سکتی۔ شیخ صاحب نے عرض کیا کہ میں نے تو خدمت کا ذریعہ پیدا کیا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا مخلوق کو اچھی ستھری اور خالص اشیاء بہم پہنچانا یہ بڑی خدمت اور نیکی ہے۔ لوگ سمجھتے نہیں اگر دوکاندار اپنے فرائض دیانت سے ادا کریں۔ کم تولیں یا ماپیں نہیں ملاوٹ نہ کریں تو یہ تجارت دین اور دنیا کی تجارت ہے۔ خدا نے کم ماپ تول کے گناہوں میں مبتلا لوگوں کے لئے نبی بھیجا کہ اصلاح کریں۔ تم بھی اپنے نمونہ سے لوگوں کی خدمت کرو۔

شیخ صاحب کو اصرار تھا کہ حضرت اقدس روزانہ انکا ایک سیر دودھ قبول فرمائیں۔ حضور نے بالآخر فرمایا کہ اچھا ہفتہ میں ایک آدھ مرتبہ بھیج دیا کرو۔ اور جب ہم خریدیں گے۔ تو آپ کے ہاں سے لیا کرینگے شیخ صاحب کے اخلاص و محبت کو الگ رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے

بھی کتاب خدا تعالیٰ کی مرضی کی مطابق نہ ہوتی اور یہ تمام الہام اسکی طرف سے

نہ ہوتے تو یہ امر خدائے عادل اور قدوس کی عادت کی برخلاف تھا کہ جو شخص

اسکی نزدیک مفتری ہے اور اُسنے یہ گناہ کیا ہے کہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اُنکا

نام وحی اللہ اور خدا کا الہام رکھا ہے اسکو تیس برس تک مہلت دے دے تا وہ

اپنی کتاب براہین احمدیہ کی باقی ماندہ حصہ کو پورا کر دے اور نہ صرف اسی قدر

بلکہ خدا اُس پر یہ بھی احسان کرے کہ جو باتیں اسکی تکمیل کی لئے انسانی اختیار سے باہر

تھیں انکو اپنی طرف سے انجام دیدے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے شخص کی ساتھ

یہ معاملہ لطف و احسان کا نہیں کرتا جسکو جانتا ہے کہ وہ مفتری ہے پس اسقدر دیر

اور التوا سے یہ نشان بھی ظہور میں آیا کہ نصرت اور حمایت الٰہی میری نسبت ثابت ہو گئی

اس لمبی مدت میں بہت سے کافر اور دجال اور کذاب کہنے والے جو مجھے دائرہ اسلام سے خارج کرتے تھے

اور مباہلہ کی رنگ میں جھوٹوں پر بد دعائیں کرتے تھے دنیا سے گذر گئے

مگر خدا نے مجھے زندہ رکھا اور میری وہ حمایت کی کہ جھوٹوں کا تو کیا ذکر ہے دنیا میں

بہت ہی کم ہیں اور راستباز گذرے ہونگے جنکی ایسی حمایت کی گئی ہو

یہ نشان ہے مگر انکے لئے جو آنکھیں بند نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کی نشانوں کو قبول کرنے کی لئے تیار ہیں

نہ ہوتی۔ اور یہ تمام الہام
اس کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ
امر خدائے عادل اور قدوس کی عادت کے
برخلاف تھا۔ کہ جو شخص اس کے نزدیک
مفتری ہے۔ اور اس نے یہ گناہ کیا ہے
کہ اپنی طرف سے باتیں بناکر اس کا نام
وحی اللہ اور خدا کا الہام رکھا ہے۔ اس
کو تیس برس تک مہلت دی۔ تا وہ
اپنی کتاب براہین احمدیہ کے باقی ماندہ
حصہ کو پورا کر دے۔ اور نہ صرف اسقدر
بلکہ خدا اس پر یہ بھی احسان کرے۔ کہ
جو باتیں اس کی تکمیل کے لئے انسانی
اختیار سے باہر تھیں۔ ان کو اپنی طرف سے
انجام دیدے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے
شخص کے ساتھ یہ معاملہ لطف و احسان کا نہیں
کرتا۔ جس کو جانتا ہے کہ وہ مفتری ہے پس اسقدر
دیر اور التوا سے یہ نشان بھی ظہور میں آیا کہ
نصرت اور حمایت الٰہی میری نسبت ثابت ہو گئی
اس لمبی مدت میں بہت سے کافر اور دجال اور کذاب
کہنے والے جو مجھے دائرہ اسلام سے خارج کرتے
تھے اور مباہلہ کے رنگ میں جھوٹوں پر بددعائیں
کرتے تھے دنیا سے گذر گئے۔ مگر خدا نے
مجھے زندہ رکھا۔ اور میری وہ حمایت کی
جو جھوٹوں کا تو ذکر کیا دنیا میں بہت ہی کم ہیں اور
راستباز گزرے ہونگے جنکی ایسی حمایت کی گئی ہو
پس یہ خدا کا کھلا کھلا نشان ہے۔ مگر ان کے لئے جو
جو آنکھیں بند نہیں کرتے۔ اور خدا کے نشانوں کو
قبول کرنے کے لئے تیار ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے لکھی ہوئی براہین احمدیہ

(کا ایک صفحہ)

سلسلہ کے نادر اوراق

دوسرا سبب اس التوا کا جو تیئیس برس تک پنجم حصہ لکھا نہ گیا یہ تھا۔ کہ خدا تعالےٰ کو منظور تھا کہ لوگوں کے دلی خیالات کو ظاہر کرے جن کے دل مرض بدگمانی میں مبتلا تھے۔ اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ اس قدر دیر کے بعد خام طبع لوگ بدگمانی میں بڑھ گئے یہانتک کہ بعض ناپاک فطرت گالیوں پر اتر آئے۔ اور چار حصے اس کتاب کے جو طبع ہو چکے تھے۔ کچھ تو مختلف قیمتوں پر فروخت کئے گئے تھے اور کچھ مفت تقسیم کئے گئے تھے۔ پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں۔ اکثر نے گالیاں دیں۔ اور اپنی قیمت بھی واپس لی۔ اور اگر وہ اپنی جلد بازی سے ایسا نہ کرتے تو ان کے لئے اچھا ہوتا۔ لیکن اس قدر دیر سے ان کی فطرتی حالت آزمائی گئی۔

اس دیر کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ تا خدا تعالےٰ اپنے بندوں پر ظاہر کرے کہ یہ کاروبار اس کی مرضی کے مطابق ہے۔ اور یہ تمام الہام جو براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں لکھے گئے ہیں۔ یہ اس کی طرف سے ہیں۔ نہ انسان کی طرف سے۔ کیونکہ اگر یہ کتاب خدا تعالےٰ کی مرضی کے مطابق

دوسرا سبب اس التوا کا جو تیئیس برس پنجم حصہ لکھا نہ گیا
یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ اُن لوگوں کی دلی خیالات ظاہر کر دے
جنکے دل مرض بدگمانی میں مبتلا تھے اور ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ اس قدر دیر کے بعد
خام طبع بدگمانی میں بڑھ گئے یہانتک کہ بعض ناپاک فطرت گالیوں پر اتر آئے
اور چار حصہ اس کتاب کی جو طبع ہو چکی تھی کچھ تو مختلف قیمتوں پر فروخت
کی گئی تھی اور کچھ مفت تقسیم کی گئی تھی پس جن لوگوں کا قیمتیں دی تھیں اکثر
نے گالیاں بھی دیں اور اپنی قیمت بھی واپس لی اگر وہ اپنی جلد بازی سے ایسا نہ کرتے
تو انکے لئے اچھا تھا لیکن اس قدر دیر سے انکی فطرتی حالت آزمائی گئی۔
اس دیر کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ تا خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر
ظاہر کرے کہ یہ کاروبار اسکی مرضی کے مطابق ہے اور یہ تمام الہام جو براہین احمدیہ کے
حصص سابقہ میں لکھے گئے ہیں یہ اسکی طرف سے ہیں نہ انسان کی طرف سے کیونکہ